© rasailojaraid.com

اسلامی قومیت

یہ مضمون اعلیٰ حضرت خسرو دکن نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہٗ کی سالگرہ مبارک کے موقع پر جریدہ "صبح دکن" کے سالگرہ نمبر کے لئے لکھا گیا تھا چونکہ آج کل اسلامی دنیا میں وطن، نسل اور زبان کی بنا پر نئی نئی قومیتیں قائم کرنے کی وبا پھیل رہی ہے اور اسلامی قومیت کے اصول مسلمانوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہو گئے ہیں اس لئے ضرورت ہے۔ کہ کتاب اللہ اور سنت رسول کی ہدایت کے مطابق اسلام کے اصول قومیت، غیر اسلامی قومیتوں کے اصول سے الگ کر کے بتا دیے جائیں، جو لوگ حقیقت میں اسلام کے پیرو ہیں ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی ہدایت کافی ہے اور جو اپنے اہواء اور تخیلات کا اتباع کرتے ہیں، وہ آزاد ہیں کہ جن راہوں میں چاہیں بھٹکتے پھریں۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور۔ (ایڈیٹر)

وحشت سے مدنیت کی طرف انسان کا پہلا قدم اٹھتے ہی ضروری ہو جاتا ہے کہ کثرت میں وحدت کی ایک شان پیدا ہو اور مشترک اغراض و مصالح کے لئے متعدد افراد آپس میں مل کر تعاون اور اشتراک عمل کریں۔ تمدن کی ترقی کے ساتھ اس اجتماعی وحدت کا دائرہ بھی وسیع ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ اسی مجموعہ افراد کا نام "قوم" ہے۔ اگرچہ لفظ "قوم" اور "قومیت" اپنے مخصوص اصطلاحی معنوں میں حدیث العہد ہیں، مگر جن معنی پر ان کا اطلاق ہوتا ہے وہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ خود تمدن قدیم ہے، "قوم" اور "قومیت" جس ہیئت کا نام ہے، وہ بابل، مصر، روم اور یونان میں بھی ویسی ہی تھی جیسی آج فرانس، انگلستان، جرمنی اور اٹلی میں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قومیت کے غیر منفک لوازم اس میں شک نہیں کہ قومیت کی ابتدا ایک معصوم جذبہ سے ہوتی ہے یعنی اس کا مقصد اول یہ ہوتا ہے کہ ایک خاص گروہ کے لوگ اپنے مشترک مفاد و مصالح کے لئے مل کر عمل کریں، اور اجتماعی ضروریات کے لئے ایک "قوم" بن جائیں، لیکن جب ان میں "قومیت" پیدا ہوجاتی ہے، تو لازمی طور پر "عصبیت" کا رنگ اس میں آجاتا ہے، اور جتنی جتنی "قومیت" شدید ہوتی جاتی ہے اسی قدر "عصبیت" میں بھی شدت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جب کبھی ایک قوم اپنے مفاد کی خدمت اور اپنے مصالح کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو ایک رشتہ اتحاد میں منسلک کرے گی یا بالفاظ دیگر اپنے گرد قومیت کا حصار کھینچ لے گی تو لازماً وہ اس حصار کے اندر اور باہر والوں کے درمیان اپنے اور غیر کا امتیاز کرے گی۔ اپنے کو ہر معاملہ میں غیر پر ترجیح دے گی۔ غیر کے مقابلہ میں اپنی کی حمایت کرے گی جب کبھی دونوں کے مفاد و مصالح میں اختلاف واقع ہوگا تو وہ اپنے مفاد کی حفاظت کرے گی اور اس پر غیر کے مفاد کو قربان کردے گی۔ انہی وجوہ سے ان میں صلح بھی ہوگی اور جنگ بھی۔ مگر رزم اور بزم دونوں میں قومیت کی حد فاصل دونوں گروہوں کے درمیان قائم رہے گی۔ اسی چیز کا نام عصبیت و حمیت ہے۔ اور قومیت کی یہ وہ لازمی خصوصیت ہے جو اس کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔

قومیت کے عناصر ترکیبی قومیت کا قیام، وحدت و اشتراک کی کسی ایک جہت سے ہوتا ہے، خواہ وہ کوئی جہت ہو۔ البتہ شرط یہ ہے کہ اس میں ایسی زبردست قوت رابطہ و ضابطہ ہونی چاہئے کہ اجسام کے تعدد اور نفوس کے تکثر کے باوجود وہ لوگوں کو ایک کلمہ، ایک خیال، ایک مقصد، اور ایک عمل پر جمع کردے، قوم کے مختلف اور کثیر التعداد اجزاء کو قومیت کے تعلق سے اس طرح بستہ و پیوستہ کردے کہ وہ سب ایک ٹھوس چٹان بن جائیں، اور افراد قوم کے دل و دماغ پر اتنا غلبہ و تسلط حاصل کرلے کہ قومی مفاد کے معاملہ میں وہ سب متحد ہوں اور ہر قربانی کے لئے آمادہ رہیں۔

یوں تو اشتراک اور وحدت کی جہتیں بہت سی ہونی ممکن ہیں، لیکن آغاز عہد تاریخ سے آجتک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا میں جتنی قومیتیں بنی ہیں، ان سب کی تعمیر بجز ایک اسلامی قومیت کے، حسب ذیل اشتراکات میں سے کسی ایک قسم کے اشتراک پر ہوئی ہے۔ اور اس عنصر کے ساتھ چند دوسرے اشتراکات بھی بطور مددگار کے شریک ہوگئے ہیں:۔

اشتراکِ نسل جس کو "نسلیت" کہتے ہیں۔

اشتراکِ مرز وبوم جس کو "وطنیت" کہتے ہیں۔

اشتراکِ زبان جو وحدت خیال کا ایک زبردست ذریعہ ہونے کی وجہ سے قومیت کی تعمیر میں خاص حصہ لیتا ہے۔

اشتراکِ رنگ جو ایک رنگ کے لوگوں میں ہم جنسی کا احساس پیدا کرتا ہے اور پھر یہی احساس ترقی کر کے انکو دوسرے رنگ کے لوگوں سے احتراز و اجتناب پر آمادہ کر دیتا ہے۔

معاشی اغراض کا اشتراک جو ایک معاشی نظام کے لوگوں کو دوسرے معاشی نظام والوں کے مقابلہ میں ممتاز کرتا ہے۔ اور جس کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں اپنے معاشی حقوق ومنافع کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔

نظام حکومت کا اشتراک۔ جو ایک سلطنت کی رعایا کو اس کی وفاداری کے رشتہ میں منسلک کرتا ہے، اور دوسری سلطنت کی رعایا کے مقابلے میں حدود فاصلہ قائم کر دیتا ہے۔

قدیم ترین عہد سے لیکر آج بیسویں صدی کے روشن زمانے تک جتنی قومیتوں کے عناصر اصلیہ کا آپ تجسس کریں گے۔ ان سب میں آپ کو یہی مذکورۂ بالا عناصر ملیں گے۔

اب سے دو تین ہزار برس پہلے کی یونانیت، رومیت، اسرئیلیت، ایرانیت وغیرہ بھی انہی بنیادوں پر قائم تھیں جن پر آج کی المانیت، فرنساویت، انگریزیت، جاپانیت وغیرہ قائم ہیں

شر و فساد کا سرچشمہ | یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ بنیادیں جن پر دنیا کی مختلف قومیتیں تعمیر کی گئی ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انہوں نے بڑی قوت کے ساتھ جماعتوں کی شیرازہ بندی کی ہے مگر اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ اس قسم کی قومیتیں بنی نوع انسانی کے لئے ایک شدید مصیبت ہیں۔ انہوں نے عالم انسانی کو سینکڑوں ہزاروں حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور حصے بھی ایسے کہ ایک حصہ فنا کیا جا سکتا ہے۔ مٹا دیا جا سکتا ہے۔ مگر دوسرے حصے میں کسی طرح تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ ایک نسل دوسری نسل میں نہیں بدل سکتی۔ ایک وطن دوسرا وطن نہیں بن سکتا۔ ایک زبان کے بولنے والے دوسری زبان کے بولنے والے نہیں بن سکتے ایک رنگ دوسرا رنگ نہیں بن سکتا ایک قوم کی معاشی اغراض بعینہ دوسری قوم کی معاشی اغراض نہیں بن سکتیں ایک سلطنت کبھی دوسری سلطنت نہیں بن سکتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو قومیتیں ان بنیادوں پر تعمیر ہوئی ہیں ان کے درمیان مصالحت کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔ قومی عصبیت کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے خلاف مسابقت، مزاحمت اور منافست کی ایک دائمی کشمکش میں مبتلا رہتی ہیں۔ ایک دوسرے کو پامال کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ آپس میں لڑ لڑ کر فنا ہو جاتی ہیں اور پھر انہی بنیادوں پر دوسری قومیتیں ایسے ہی ہنگامے برپا کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ یہ دنیا میں فساد، بدامنی، اور شرارت کا ایک مستقل سرچشمہ ہے۔ خدا کی سب سے بڑی لعنت ہے۔ شیطان کا سب سے زیادہ کامیاب حربہ ہے جس سے وہ اپنے ازلی دشمن انسان کا شکار کرتا ہے۔

عصبیت جاہلیہ اس قسم کی قومیت کا فطری اقتضاء یہ ہے کہ وہ انسان میں جاہلانہ عصبیت پیدا کرے۔ وہ ایک قوم کو دوسری قوم سے مخالفت کرنے اور نفرت برتنے پر صرف اس لئے آمادہ کرتی ہے کہ وہ دوسری قوم کیوں ہے؟ اسے حق، صداقت، دیانت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ صرف یہ بات کہ ایک شخص کالا ہے۔ گورے کی نظر میں اسے حقیر بنا دیتی ہے۔ صرف اتنی سی بات کہ ایک انسان ایشیائی ہے، فرنگی کی نفرتوں جابرانہ درازدستیوں اور حق تلفیوں کو اس کے لئے وقف کر دیتی ہے۔ آئن شائن جیسے فاضل کا اسرائیلی ہونا اس کے لئے کافی ہے کہ المانی اس سے نفرت کرے۔ تنگیدی کا محض

ؔ پیچھلے ماہ ہالینڈ کے بانگ داؤ قبیلہ کا سردار ہے جاہل کو حال میں ایک یوروپین پر سزائے تازیانہ جاری کرنے کے جرم میں (بقیہ صفحہ ۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاہ فام حبشی ہونا۔ اس کو جائز کر دیتا ہے کہ ایک یورپین کو سزا دینے کے جرم میں اس کی ریاست چھین لی جائے۔ امریکہ کے مہذب باشندوں کے لئے یہ قطعاً جائز ہے کہ وہ حبشیوں کو پکڑ کر زندہ جلا دیں کیونکہ وہ حبشی ہیں۔ المانی کا المانی ہونا اور فرانسادی کا فرانسادی ہونا اس بات کے لئے بالکل کافی ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے نفرت کریں اور دونوں کو ایک دوسرے کے محاسن یک سر معائب نظر آئیں۔ سرحد آزاد کے افغانیوں کا افغانی ہونا اور دمشق کے باشندوں کا عرب ہونا۔ انگریز اور فرانسیسی کو اس کا پورا حق بخش دیتا ہے کہ وہ ان کے سروں پر طیاروں سے گولے برسائیں اور ان کی آبادیوں کا قتل عام کریں خواہ یورپ کے مہذب شہریوں پر اس قسم کی گولہ باری کتنی ہی وحشیانہ حرکت سمجھی جاتی ہو۔ غرض یہ جنسی امتیاز وہ چیز ہے جو انسان کو حق اور انصاف کی طرف سے اندھا بنا دیتی ہے، اور اس کی وجہ سے عالمگیر اصول اخلاق و شرافت بھی قومیتوں کے قالب میں ڈھل کر کہیں ظلم اور کہیں عدل، کہیں سچ اور کہیں جھوٹ، کہیں کمینگی اور کہیں شرافت بن جاتے ہیں۔

کیا انسان کے لئے اس سے زیادہ غیر معقول ذہنیت اور کوئی ہو سکتی ہے کہ وہ ایک نالائق بدکار، اور شریر آدمی کو ایک لائق، صالح اور نیک نفس آدمی پر صرف اس لئے ترجیح دے کہ پہلا ایک نسل میں پیدا ہوا ہے اور دوسرا کسی نسل میں؟ پہلا سپید اور دوسرا سیاہ؟ پہلا ایک پہاڑ کے مغرب میں پیدا ہوا ہے اور دوسرا اس کے مشرق میں؟ پہلا ایک زبان بولتا ہے اور دوسرا کوئی اور زبان؟ پہلا ایک سلطنت کی رعایا ہے دوسرا کسی اور سلطنت کی؟ کیا جلد کے رنگ کو روح کی صفائی و کدورت میں کوئی دخل ہے؟ کیا عقل اس کو باور کرتی ہے کہ اخلاق و اوصاف انسانی کے صلاح و فساد سے پہاڑوں اور دریاؤں کا کوئی تعلق ہے؟ کیا کوئی صحیح الدماغ

بقیہ صفحہ ۴۳ – سلطنت برطانیہ نے حقوق ریاست سے محروم کر دیا تھا۔ حالانکہ دیسی باشندوں کے ساتھ اس کے افسوسناک برتاؤ کا خود برٹش ایجنٹ کمشنر کو بھی اعتراف تھا۔ بعد میں غریب تشیکیدی کو صرف اس وقت بحال کیا گیا جبکہ اس نے ہمیشہ کے لئے یہ عہد کر لیا کہ وہ کبھی کسی ایسے مقدمہ کا فیصلہ نہ کریگا جس کا کوئی تعلق کسی یورپین سے ہو۔ مگر دیسی کوئی شرط اس عہد نامہ میں نہ رکھی گئی کہ یورپین حضرات دیسی باشندوں کی جان و مال اور عزت و آبرو سے تعرض نہ فرمائیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان تسلیم کر سکتا ہے کہ مشرق میں جو چیز حق ہو وہ مغرب میں باطل ہو جائے؟ کیا کسی قلب سلیم میں اس چیز کے تصور کی گنجایش نکل سکتی ہے کہ نیکی، شرافت، اور جوہر انسانیت کو رگوں کے خون، زبان کی بولی مولد و مسکن کی خاک کے معیار پر جانچا جائے؟ یقیناً عقل ان سوالات کا جواب نفی میں دیگی۔ مگر نسلیت وطنیت اور اس کے بہن بھائی نہایت بے باکی کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہاں ایسا ہی ہے۔

قومیت کے عناصر پر ایک عقلی تنقید تھوڑی دیر کے لئے اس پہلو سے قطع نظر کر لیجئے۔ یہ جتنے اشتراکات آج قومیت کی بنیاد بنے ہوئے ہیں ان کو خود ان کی ذاتی حیثیت سے دیکھئے اور غور کیجئے کہ آیا یہ بجائے خود کوئی مضبوط عقلی بنیاد بھی رکھتے ہیں یا انکی حقیقت محض ایک سراب تخیل ہے۔

نسلیت نسلیت کیا ہے؟ محض خون کا اشتراک۔ اس کا نقطۂ آغاز ماں اور باپ کا نطفہ ہے جس سے چند انسانوں میں خونی، رشتہ پیدا ہوتا ہے یہی نقطہ پھیل کر خاندان بنتا ہے، پھر قبیلہ، پھر نسل۔ اس آخری حد یعنے نسل تک پہنچتے پہنچتے انسان اپنے اس باپ سے جس کو اس نے اپنی نسل کا مورث اعلیٰ قرار دیا ہے، اتنا دور ہو جاتا ہے کہ اس کی مورثیت محض ایک خیالی چیز بن کر رہ جاتی ہے۔ نام نہاد "نسل" کے اس دریا میں بیرونی خون کے بہت سے ندی نالے آکر مل جاتے ہیں۔ اور کوئی صاحب عقل و علم انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ دریا خالص اسی پانی کا ہے جو اپنے اصلی سرچشمہ سے نکلا تھا۔ پھر اگر اس خلط ملط کے باوجود خون کے اشتراک کی بنا پر انسان ایک "نسل" کو اپنے لئے مادۂ اتحاد قرار دے سکتا ہے۔ تو کیوں نہ اس خون کے اشتراک کو بناء وحدت قرار دیا جائے جو تمام انسانوں کو ان کے پہلے باپ اور پہلی ماں سے ملا ہے؟ اور کیوں نہ تمام انسانوں کو ایک ہی نسل اور ایک ہی اصل کی طرف منسوب کیا جائے؟ آج جن لوگوں کو مختلف نسلوں کا بانی و مورث قرار دے لیا گیا ہے ان سب کا نسب اوپر جا کر کہیں نہ کہیں ایک دوسرے سے مل جاتا ہے، اور آخر میں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ سب ایک اصل سے ہیں۔ پھر یہ آریت اور سامیت کی تقسیم کیسی ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وطنیت مرز و بوم کے اشتراک کی حقیقت اس سے بھی زیادہ موہوم ہے۔ انسان جس جگہ پیدا ہوتا ہے اس کا رقبہ یقیناً ایک گز مربع سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس رقبہ کو اگر وہ اپنا وطن قرار دے تو شاید وہ کسی کو اپنا ہم وطن نہیں کہہ سکتا۔ لیکن وہ اس چھوٹے سے رقبہ کے اردگرد میلوں اور کوسوں تک، اور بسا اوقات سینکڑوں اور ہزاروں میل تک ایک سرحدی خط کھینچ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہاں تک میرا وطن ہے اور اس سے باہر جو کچھ ہے اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ یہ محض اس کی نظر کی تنگی ہے۔ ورنہ کوئی چیز اسے تمام روئے زمین کو اپنا وطن کہنے سے مانع نہیں ہے۔ جس دلیل کی بنا پر ایک مربع گز کا وطن پھیل کر ہزار مربع گز بن سکتا ہے، اسی دلیل کی بنا پر وہ پھیل کر پورا کرۂ ارضی بھی بن سکتا ہے اگر آدمی اپنے زاویۂ نظر کو تنگ نہ کرے تو وہ دیکھ سکتا ہے کہ یہ دریا، پہاڑ، سمندر وغیرہ جن کو اس نے محض اپنے خیال میں حدود فاصل قرار دے کر ایک زمین اور دوسری زمین میں فرق کیا ہے سب کے سب ایک ہی زمین کے اجزا ہیں۔ پھر کس بنا پر اس نے ان دریاؤں اور پہاڑوں اور سمندروں کو یہ حق دیدیا کہ وہ اسے ایک خاص خطہ میں قید کر دیں؟ وہ کیوں نہیں کہتا کہ میں زمین کا باشندہ ہوں۔ سارا کرۂ ارضی میرا وطن ہے، جتنے انسان ربع مسکون میں آباد ہیں، میرے ہم وطن ہیں، اس پورے سیارے پر میں وہی پیدائشی حقوق رکھتا ہوں جو اس گز بھر زمین پر مجھے حاصل ہیں جہاں میں پیدا ہوا ہوں؟۔

لسانی امتیاز اشتراک زبان کا فائدہ صرف اس قدر ہے کہ جو لوگ ایک زبان بولتے ہیں وہ باہمی تفاہم اور تبادلۂ خیالات کے زیادہ مواقع رکھتے ہیں۔ اس سے اجنبیت کا پردہ بڑی حد تک اٹھ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے سے قریب تر محسوس کرتے ہیں۔ مگر ادائے خیال کے وسیلہ کا مشترک ہونا، خود خیال کے اشتراک کو مستلزم نہیں ہے۔ ایک ہی خیال دس مختلف زبانوں میں ادا ہو سکتا ہے اور ان سب کے بولنے والوں کا اس خیال میں متحد ہو جانا ممکن ہے۔ بخلاف اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دس مختلف خیالات ایک زبان میں ادا ہوسکتے ہیں۔ اور کچھ بعید نہیں کہ اس زبان کے بولنے والے ان خیالات کے معتقد ہوکر باہم مختلف ہوجائیں۔ لہٰذا وحدت خیال جو حقیقۃً قومیت کی جان ہے اشتراکِ زبان کا محتاج نہیں ہے۔ اور نہ اشتراکِ زبان کے ساتھ وحدتِ خیال ضروری ہے۔ پھر ایک بڑا سوال یہ ہے کہ آدمی کی آدمیت، اور اس کے ذاتی حسن و قبح میں اس کی زبان کو کیا دخل ہے؟ ایک جرمن بولنے والے شخص کو ایک فرنچ بولنے والے کے مقابلہ میں محض اس بنا پر کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے کہ وہ جرمن زبان بولتا ہے؟ دیکھنے کی چیز اس کا جوہر ذاتی ہے نہ کہ اس کی زبان۔ زیادہ سے زیادہ اگر کچھ کہا جاسکتا ہے تو وہ صرف یہ کہ ایک ملک کے انتظامی معاملات اور عام کاروبار میں وہی شخص مفید ہوسکتا ہے۔ جو اس ملک کی زبان جانتا ہو۔ اگر انسانیت کی تقسیم اور قومی امتیاز کے لئے یہ کوئی صحیح بنیاد نہیں ہے۔

امتیازِ رنگ انسانی جماعتوں میں رنگ کا امتیاز سب سے زیادہ لغو و مہمل چیز ہے۔ رنگ محض جسم کی ایک صفت ہے مگر انسان کو انسان ہونے کا شرف اس کے جسم کی بنا پر نہیں، اس کی روح اس کے نفس ناطقہ کی بنا پر ہے جس کا کوئی رنگ نہیں ہے۔ پھر انسان اور انسان میں زردی اور سرخی، سیاہی اور سپیدی کا امتیاز کیسا؟ ہم کالی گائے اور سپید گائے کے دودھ میں کوئی فرق نہیں کرتے اس لئے کہ مقصود اس کا دودھ ہے نہ کہ اس کا رنگ۔ لیکن عقل کی بے راہ روی کا بُرا ہو کہ اس نے ہم کو انسان کی نفسی صفات سے قطع نظر کرکے اس کی جلد کے رنگ کی طرف متوجہ کردیا۔

معاشی قومیت معاشی اغراض کا اشتراک انسانی خودغرضی کا ایک ناجائز بچہ ہے۔ قدرت نے اس کو ہرگز پیدا نہیں کیا۔ آدمی کا بچہ کام کرنے کی قوتیں ماں کے پیٹ سے لے کر پیدا ہوتا ہے۔ جدوجہد کے لئے اس کو ایک وسیع میدان ملتا ہے اور زندگی بسر کرنے کے بے شمار وسائل اس کا استقبال کرتے ہیں۔ مگر وہ اپنی معیشت کے لئے صرف اس کو کافی نہیں سمجھتا کہ اس کے لئے رزق کے دروازے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھلیں بلکہ یہ بھی چاہتا ہے کہ دوسروں کے لئے وہ بند ہو جائیں۔ اسی خود غرضی میں انسانوں کی کسی بڑی جماعت کے مشترک ہو جانے سے وہ وحدت پیدا ہو جاتی ہے جو انہیں ایک قوم بننے میں مدد دیتی ہے بظاہر وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے معاشی اغراض کا ایک حلقہ قائم کر کے اپنے حقوق و مفاد کا تحفظ کر لیا لیکن جب اسی طرح بہت سی جماعتیں اپنے گرد اس قسم کے حصار کھینچ لیتی ہیں تو انسان پر اس کے اپنے ہاتھوں سے عرصۂ حیات تنگ ہو جاتا ہے۔ اس کی اپنی خود غرضی اس کے پاؤں میں بیڑی اور ہاتھ میں ہتھکڑی بن جاتی ہے۔ اور وہ دوسروں کے لئے رزق کے دروازے بند کرنے کی کوشش میں خود اپنے رزق کے دروازے کی کنجیاں گم کر دیتا ہے۔ آج ہماری آنکھوں کے سامنے یہ منظر موجود ہے کہ یورپ امریکہ اور جاپان کی سلطنتیں اس خود غرضی کا خمیازہ بھگت رہی ہیں، اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ان معاشی قلعوں کو کس طرح مسمار کریں جن کو انہوں نے خود ہی حفاظت کا بہترین وسیلہ سمجھ کر تعمیر کیا تھا۔ کیا اس کے بعد بھی ہم یہ نہ سمجھیں گے کہ کسب معیشت کے لئے حلقوں کی تقسیم اور ان کی بنا پر قومی امتیازات کا قیام ایک غیر عاقلانہ فعل ہے؟ خدا کی وسیع زمین پر انسان کو اپنے رب کا فضل تلاش کرنے کی آزادی دینے میں آخر کونسی قباحت ہے؟

سیاسی قومیت | نظام حکومت کا اشتراک بجائے خود ایک ناپائیدار اور ضعیف البنیان چیز ہے، اور اس کی بنا پر ہرگز کسی مستحکم قومیت کی تعمیر ممکن نہیں ہے۔ ایک سلطنت کی رعایا کو اس کی وفاداری کے رشتہ میں منسلک کر کے ایک قوم بنا دینے کا خیال کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ سلطنت جب تک غالب و قاہر رہتی ہے۔ رعایا اس کے قانون کی گرفت میں بندھی رہتی ہے۔ یہ گرفت جہاں ڈھیلی ہوئی اور مختلف عناصر منتشر ہو گئے۔ سلطنت مغلیہ میں مرکزی طاقت کے کمزور ہونے کے بعد کوئی چیز ہندوستان کے مختلف علاقوں کو اپنی الگ الگ سیاسی قومیتیں بنا لینے سے نہ روک سکی۔ یہی حشر سلطنت عثمانیہ کا ہوا۔ آخر زمانہ میں جوان ترک نے عثمانی قومیت کا قصر تعمیر کرنے کے لئے بہت کچھ زور لگایا۔ مگر ایک ٹھیس لگتے ہی سب اینٹ پتھر جدا ہو گئے۔ تازہ ترین مثال آسٹریا ہنگری کی ہے۔ اور تاریخ سے بہت سی مثالیں اور بھی پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی جا سکتی ہیں۔ ان کو دیکھنے کے بعد جو لوگ سیاسی قومیتوں کی تعمیر ممکن سمجھتے ہیں۔ وہ محض اپنے تخیل کی شادابی کے لئے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

انسانیت و آفاقیت اس تنقید سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نسل انسانی میں یہ جتنی تفریقیں کی گئی ہیں ان کے لئے کوئی عقلی بنیاد نہیں ہے۔ یہ صرف حسی اور مادی تفریقیں ہیں جن کا ہر دائرہ زاویۂ نظر کی ہر وسعت پر ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کا قیام و بقا جہالت کی تاریکی، نگاہ کی محدودیت، اور دل کی تنگی پر منحصر ہے علم و عرفان کی روشنی جس قدر پھیلتی ہے، بصیرت کی رسائی جس قدر بڑھتی ہے، قلب میں جتنی جتنی وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ یہ مادی اور حسی پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں، یہانتک کہ نسلیت کو انسانیت کے لئے اور وطنیت کو آفاقیت کے لئے جگہ خالی کرنی پڑتی ہے۔ اختلاف رنگ و زبان میں جوہر انسانی کی وحدت جلوہ گر ہوتی ہے۔ خدا کی زمین میں خدا کے سب بندوں کی معاشی اغراض مشترک پائی جاتی ہیں۔ اور سیاسی نظامات کے دائرے محض چند سائے نظر آتے ہیں جو آفتاب اقبال کی گردش سے روے زمین پر چلتے پھرتے، گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔

اسلام کا وسیع نظریہ ٹھیک یہی بات ہے جو اسلام کہتا ہے۔ اس نے انسان اور انسان کے درمیان کسی مادی اور حسی تفریق کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سب انسان ایک ہی اصل سے ہیں:۔

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَ — (النساء: ۱) خدا نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا۔ پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو دنیا میں پھیلا دیا۔

تمہارے درمیان مرز و بوم اور مولد و مدفن کا اختلاف کوئی جوہری چیز نہیں ہے اصل میں تم سب ایک ہی ہو۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ — اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ (۶: ۱۲) ہر ایک کا ایک ٹھکانا ہے اور ایک جگہ اس کے سپرد خاک ہونے کے لئے ہے۔

اس کے بعد نسل اور خاندان کے اختلاف کی بھی یہ حقیقت بتا دی کہ :۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۴۹: ۲) اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا تاکہ تم آپس میں پہچانے جاؤ۔ مگر درحقیقت معزز تو تم میں وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

یعنی یہ شعوب و قبائل کا اختلاف محض تعارف کے لئے ہے، آپس کے بغض ایک دوسرے پر تفاخر، ایک دوسرے سے جھگڑنے کے لئے نہیں ہے۔ اس اختلاف میں انسانی اصل کی وحدت کو نہ بھول جاؤ۔ تم میں اگر کوئی حقیقی تفریق ہے تو وہ صدق اور کذب، نیکی اور بدی کی بنا پر ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ گروہوں کی تفریق اور جماعتوں کا اختلاف خدا کا عذاب ہے جو تم کو آپس کی دشمنی کا مزا چکھاتا ہے۔

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ (۶: ۸) یا تم کو گروہ گروہ بنا دے اور تمہیں ایک دوسرے کی قوت کا مزا چکھائے۔

اس گروہ بندی کو اس نے من جملہ اُن جرائم کے قرار دیا ہے جن کی بنا پر فرعون لعنت و عذاب کا مستحق ہوا۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا (۲۸: ۱) فرعون نے زمین میں تکبر کیا اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا [1]

[1] یہ آیت اس تاریخی جرم کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ فرعون نے مصر کے باشندوں میں قبطی اور غیر قبطی کی تفریق قائم کی اور دونوں کے ساتھ مختلف طرز عمل اختیار کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر کہا کہ زمین خدا کی ہے، اس نے نوع انسانی کو اس میں اپنی خلافت سے سرفراز کیا ہے، اس کی سب چیزوں کو انسان کے لئے مسخر کیا ہے، کچھ ضرور نہیں کہ انسان ایک خطہ کا بندہ بن کر رہ جائے یہ وسیع زمین اس کے لئے کھلی ہوئی ہے۔ ایک جگہ اس کے لئے تنگ ہو تو دوسری جگہ چلا جائے، جہاں جائیگا، خدا کی نعمتیں موجود پائے گا۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (۲:۴) (آدم کی تخلیق کے وقت خدا نے فرمایا کہ) میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ (۲۲:۹)۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے تمہارے لئے ان سب چیزوں کو مسخر کر دیا ہے جو زمین میں ہیں۔

اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوْا فِیْہَا (۴:۴)، کیا اللہ کی زمین وسیع اور کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔

وَمَنْ یُّہَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرَاغَمًا کَثِیْرًا وَّسَعَۃً (۴:۴) جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں وافر جگہ اور کشائش پائے گا۔

آپ پورے قرآن کو دیکھ جائیے۔ اس میں ایک لفظ بھی آپ کو نسلیت یا وطنیت کی تائید میں نہ ملے گا۔ اس کی دعوت کا خطاب پوری نوع انسانی سے ہے، تمام روئے زمین کی انسانی مخلوق کو وہ خیر و صلاح کی طرف بلاتا ہے۔ اس میں نہ کسی قوم کی تخصیص ہے اور نہ کسی سرزمین کی۔ اس نے اگر کسی زمین کے ساتھ خاص تعلق پیدا کیا ہے تو وہ صرف حرم مکہ کی زمین ہے۔

......، لیکن اس کے متعلق بھی صاف کہدیا کہ سَوَاءَ ۨالْعَاکِفُ فِیْہِ وَالْبَادِ (۲۲:۳) یعنی مکہ کے اصلی باشندے اور باہر کے آنے والے سب وہاں برابر ہیں[1]۔ اور جو مشرکین وہاں کے اصلی

[1] اسی وجہ سے فقہائے اسلام کے ایک بڑے گروہ نے مکہ کی سرزمین پر کسی کے حق ملکیت کو تسلیم نہیں کیا۔ بقیہ بر صفحہ ۴۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باشندے تھے ان کے متعلق کہا کہ وہ نجس ہیں۔ ان کو وہاں سے نکال باہر کرو۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (۹: ۲۸) اس تصریح کے بعد اسلام میں وطنیت کا کلی استیصال ہو جاتا ہے۔ اقبال نے بالکل سچ کہا ہے:-

پاک ہے گردِ وطن سے سر و داماں تیرا
تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

اور در حقیقت مسلمان ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ:-

ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

عصبیت اور اسلام کی دشمنی

اسلام جب ظاہر ہوا تو اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی نسل و وطن کے تعصبات و امتیازات تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قوم ان تعصبات میں سب سے پیش پیش تھی۔ خاندانوں کے مفاخر اور نسبی و ذاتی وجاہتوں کے تخیلات ان کو صداقت اسلام پر ایمان لانے سے روکتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قرآن اگر خدا کی طرف سے اترتا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر اترتا۔ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (۴۳: ۳) ابوجہل سمجھتا تھا کہ محمد (صلعم) رسالت کا دعوی کرکے اپنے خاندانی مفاخر میں ایک اور فخر کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا قول تھا کہ "ہم سے اور بنو عبد مناف سے مقابلہ تھا، ہم شہ سواری میں ان کے حریف تھے کھانے اور کھلانے میں، عطا اور بخشش میں انکے برابر تھے اب وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں وحی آنی شروع ہوئی ہے، خدا کی قسم ہم تو کبھی محمدؐ کی تصدیق نہ کریں گے"

بقیہ حاشیہ بصفحہ ۴۸۔ حضرت عمر اہل مکہ کو گھروں کے دروازے بند کرنے سے روکتے تھے تاکہ حجاج و زائرین جہاں چاہیں اتریں حضرت عمر ابن عبدالعزیز مکہ میں مکانات کے کرایہ لینے سے منع کرتے تھے اور انہوں نے امیر مکہ کو فرمان لکھا تھا کہ لوگوں کو اس سے روکیں بعض فقہا نے کہا ہے کہ جس نے اپنے خرچ سے وہاں مکان بنایا وہ اس کا کرایہ لے سکتا ہے مگر میدان اور خرابات اور مکانوں کے صحن پر سب کا حق ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مکۃ حرام لا یحل بیع رباعها ولا اجور بیوتها۔ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوا۔ انما هی مناخ من سبق۔ یہ اس زمین کا حال ہے جس سے اسلام نے خصوصیت پیدا کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ صرف ابوجہل ہی کے خیالات نہ تھے بلکہ تمام مشرکین قریش کے نزدیک رسول اللہ کے پیش کردہ دین کا یہی عیب تھا کہ :-

مذہب او قاطع ملک و نسب	از قریش و منکر از فضل عرب
در نگاہ او یکے بالا و پست	با غلام خویش بر یک خوان نشست
قدر احرار عرب نشناختہ	با کلفتان حبش در ساختہ
احمراں با اسوداں آمیختند	آبروے دودمانے ریختند

اسی بنا پر قریش کے تمام خاندان بنی ہاشم سے بگڑ گئے۔ اور بنی ہاشم نے بھی تو محض عصبیت کی خاطر رسول اللہ کی حمایت کی حالانکہ ان میں سے اکثر مسلمان نہ تھے شعب ابی طالب میں بنی ہاشم کو اسی لئے محصور کیا گیا، اور تمام قریش نے اسی وجہ سے ان سے مقاطعہ کر لیا۔ جن مسلمانوں کے خاندان کمزور تھے ان کو شدید مظالم سے تنگ آکر حبش کی جانب ہجرت کرنی پڑی اور جن کے خاندان طاقتور تھے وہ اپنی حق پرستی کی بنا پر نہیں بلکہ خاندانی طاقت کی بنا پر قریش کے ظلم و ستم سے ایک حد تک محفوظ رہے۔

عرب کے یہودی انبیائے بنی اسرائیل کی پیش گوئیوں کی بنا پر مدتوں سے ایک نبی کے منتظر تھے۔ انہی کی دی ہوئی خبروں کا نتیجہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت شائع ہوئی تو مدینہ کے بہت سے باشندے مسلمان ہوگئے۔ مگر یہودیوں کو اس چیز نے آپ کی تصدیق سے روک دیا کہ آنے والا نبی، بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں کیوں آیا؟ حتیٰ کہ اس تعصب نے ان کو یہاں تک مدہوش کیا کہ وہ موحدین کو چھوڑ کر بت پرستوں کے ساتھی ہوگئے۔ یہی حال نصاریٰ کا تھا۔ آنے والے نبی کے وہ بھی منتظر تھے۔ مگر ان کو توقع تھی کہ وہ شام میں پیدا ہوگا۔ عرب کے کسی نبی کو ماننے کے لئے وہ طیار نہ تھے۔ ہرقل کے پاس جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان پہنچا تو اس نے قریش کے تاجروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے کہا کہ "مجھے معلوم تھا کہ نبی آنے والا ہے۔ مگر یہ امید نہ تھی کہ وہ تم میں سے ہوگا۔" مقوقس کے پاس جب دعوت نامۂ اسلام پہنچا تو اس نے بھی یہی کہا کہ "ابھی ایک نبی آنا باقی ہے۔ یہ مجھے معلوم ہے۔ مگر مجھے امید تھی کہ وہ شام میں آئے گا۔" اسی تعصب کا دور دورہ عجم میں بھی تھا۔ خسرو پرویز کے پاس جب حضور کا نامہ مبارک پہنچا تو کس چیز نے اس کو غضبناک کیا؟ یہی کہ "ایک غلام قوم کا فرد اور بادشاہ عجم کو اس طرح خطاب کرے"! وہ عرب کی قوم کو ذلیل سمجھتا تھا۔ اپنا ماتحت خیال کرتا تھا۔ یہ بات ماننے کے لئے وہ کسی طرح تیار نہ تھا کہ ایسی قوم میں کوئی حق کی طرف بلانے والا پیدا ہوگا۔

اسلام کے خلاف اس کے دشمن یہودیوں کے پاس سب سے بڑا کارگر حربہ یہی تھا کہ مسلمانوں میں قبائلی عصبیت پیدا کریں۔ اسی بنیاد پر مدینہ کے منافقین سے ان کا ساز باز تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ کر انصار کے دونوں قبیلوں (اوس اور خزرج) میں عصبیت کی ایسی آگ بھڑکائی کہ تلواریں کھنچنے کی نوبت آگئی۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ (۳:) یہی نسل و وطن کا تعصب تھا جس نے مدینہ میں قریش کے نبی کو حکمران دیکھ کر، اور مہاجرین کو انصار کے باغوں اور نخلستانوں میں چلتے پھرتے دیکھ کر، مدینہ کے منافقین کو آتش زیر پا کر رکھا تھا۔ عبداللہ بن اُبی رأس المنافقین کہا کرتا تھا کہ "یہ قریش کے فقیر ہمارے ملک میں آکر پھل پھول گئے ہیں۔ ان کی مثل ایسی ہے کہ کتے کو کھلا پلا کر موٹا کر تاکہ تجھی کو پھاڑ کھائے" وہ انصار سے کہتا تھا کہ "تم نے انھیں اپنے سر چڑھایا ہے، اپنے ملک میں جگہ دی۔ اپنے اموال میں ان کو حصہ دیا۔ خدا کی قسم آج تم ان سے ہاتھ روک لو تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں گے"۔ اس کی ان باتوں کا جواب قرآن مجید میں اس طرح دیا گیا ہے:۔

ھُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی　　یہی ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے ساتھ والوں پر

مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا　　کچھ خرچ نہ کرو تاکہ یہ تتر بتر ہو جائیں حالانکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا اصلی مالک اللہ ہے	لِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ
مگر منافقین اس بات کو نہیں سمجھتے۔ وہ کہتے ہیں کہ	الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ
اگر ہم (جنگ سے) مدینہ کی طرف واپس ہوئے تو جو	رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا
عزت والا ہے وہ ذلت والے کو وہاں سے نکال	الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ
دیگا۔ حالانکہ عزت دراصل اللہ اور اسکے رسول اور	لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ
مومنوں کی ہے مگر منافقین اس بات کو نہیں جانتے	(۶۳ : ۱)

یہی عصبیت کا جوش تھا جس نے عبداللہ بن اُبی سے حضرت عائشہ پر تہمت لگوائی اور خزرج والوں کی حمایت نے اس دشمن خدا ورسول کو اپنے کئے کی سزا پانے سے بچا لیا۔ (باقی)

آئینِ محبت

اے خدا! تیری رضیات کے مجموعہ کا نام قرآن ہے۔ اگر ہم اب تیری مرضی پر چلنا چاہتے ہیں۔ اور تجھکو راضی رکھنا چاہتے ہیں تو قرآن کے علم وعمل کے سوا اب ہوا وہوس ہے۔

الٰہی تیرے ملنے کا راستہ بتانے کے لئے قرآن ہی نور وہدایت ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے تاریکی اور گمراہی ہے۔

مالک مجھے تجھ سے ازلی محبت ہے۔ اس لئے تو نے قرآن پاک کو "آئین محبت" کی شکل میں بھیجا ہے۔ اور تو دیکھ رہا ہے کہ ہم اس کو سینے سے لگائے ہوئے تیری طرف دوڑ رہے ہیں یا نہیں۔

ابو محمد مصلح

© rasailojaraid.com